ماتم نہرو

جگن ناتھ آزاد

ماتمِ نہرو

جگن ناتھ آزاد

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی
دھلی

ملنے کے پتے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
جامعہ نگر۔ نئی دہلی

شاخ دہلی
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
اُردو بازار
دہلی ٦

شاخ بمبئی
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
پرنسیس بلڈنگ جے جے ہسپتال
بمبئی ۳

پہلی بار سنہ ۱۹٦۴ء
دوسری بار سنہ ۱۹٦۵ء
قیمت پچھتر پیسے

کوہ نور پریس۔ لال کنواں، دہلی

حرفِ اوّل

جگن ناتھ آزاد میرے عزیز دوست ہیں۔ دوست کے متعلق کچھ لکھنا آسان کام نہیں۔ دوستوں کے عیوب پر عام طور سے نظر نہیں جاتی ہے صرف اچھائیاں نظر آتی ہیں اس کے باوجود حقیقت کے اظہار سے گریز ادبی بد دیانتی ہے۔ میں نے آزاد کی نظم "ماتمِ نہرو" بار بار پڑھی ہے، اور مجھے یہ کہنے میں کوئی تکلّف نہیں کہ پنڈت نہرو پر جتنے بھی مرثیے میری نظر سے گزرے ہیں اُن میں آزاد کا زیرِ نظر مرثیہ ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ نظم میں شروع سے آخر تک کہیں آورد نہیں ہے۔ کہیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ شعر صرف شعر کہنے کے لئے کہا گیا ہے۔ اس میں تاثیر ہے۔ روانی ہے اور بڑی حد تک حقیقت پسندی۔ اور یہی چیزیں جگن ناتھ آزاد کی شاعری کی خصوصیتیں ہیں۔

جامعہ نگر۔ نئی دہلی

۱۶۔ نومبر ۱۹۶۴ء

غلام ربّانی تاباں

اِنتساب

"آندھی میں چراغ"

کے مُصنّف

ڈاکٹر خواجہ غُلام السّیدین

کے نام

جن کی تحریریں اُنھیں اقدار کی تجلّی سے منوّر

ہیں جن سے جواہر لال نہرو کی زندگی عبارت تھی

جگن ناتھ آزاد

ماتمِ نہرو

اے ہم نشیں! فسانۂ دردِ نہاں نہ پُوچھ
برگشتگیٔ قسمتِ ہندوستاں نہ پُوچھ
ناگاہ کیوں اُٹھا ہے دِلوں سے دُھواں نہ پُوچھ
کیوں نغمہ بن گیا ہے اچانک فُغاں نہ پُوچھ
چُپ ہو گیا ہے کیوں یہ زمانے کو کیا ہُوا
اے کیفِ زیست! تیرے ترانے کو کیا ہُوا

اے دل! چمن سے کون یہ جانِ چمن گیا
بزمِ وطن سے کون وقارِ وطن گیا
فخرِ ہمالہ نازشِ گنگ و جمن گیا
دیوانہ کوئی چھوڑ کے دشت و دمن گیا
ہر ایک سمت دردِ غمِ بے قیاس ہے
"مجنوںؔ جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے"

اے حُریّت کی شُعلہ فشانی کہاں ہے تُو
حُسنِ بیان و حُسنِ معانی کہاں ہے تُو
مشرق کا درد و سوزِ نہانی کہاں ہے تُو
ہندوستاں کے دل کی کہانی کہاں ہے تُو

گُلشن! ترا وہ جوشِ بہاراں کدھر گیا
دریا! ترا وہ عالمِ طوفاں کدھر گیا

یہ کون آج بزمِ جہاں سے گزُر گیا
مرنا یہ کِس کا زِیست سے بے زار کر گیا
کیا پھُول تھا کہ خاکِ چمن پہ بکھِر گیا
اک دردِ جاوداں کہ دِل میں اُتر گیا

انساں کا فِکر گو پرِ پرواز ہی رہا
اے موت تیرا راز مگر راز ہی رہا

اے معدنِ وطن! ترا گوہر چلا گیا
نازاں تھا جس پہ کعبہ وہ کافر چلا گیا
ذوقِ گلابِ سُرخ کا مظہر چلا گیا
جس سے مشامِ جاں تھا مُعطّر چلا گیا

مَوجِ شمیم صحنِ چمن سے چلی گئی
لعلِ یمن کی آب یمن سے چلی گئی

محفل سے آج ساقیٔ محفل چلا گیا

باقی ہے بزمِ بزم کا حاصل چلا گیا

محمل سے دُور رونقِ محمل چلا گیا

پردہ ہے رُوبرُو متشکل چلا گیا

اے موجِ آب! تیری روانی چلی گئی

اے لفظ! تیری رُوحِ معانی چلی گئی

تھی صبح اور ایک اندھیرا تھا دُور تک
میری نظر سے میرے دلِ نا صبُور تک
اک یاس چھا رہی تھی جنوں سے شعور تک
ظُلمت پہنچ چکی تھی کہیں حدِّ نُور تک
تمہید شام کی نظر آئی سحر کے وقت
سُورج غروب ہو کے رہا دوپہر کے وقت

اِس وقت جب کہ ہوں تری خلعتِ چتا کے پاس
میں اپنے ہوش میں ہوں، نہیں گُم مرے حواس
کوئی نہ اب ہے یاس کا عالم نہ کوئی آس
اک تشنگی ہے رُوح تو آنکھیں ہیں ایک پیاس

"تیری خبر ہے اور نہ اپنی خبر مجھے
آنکھیں ہیں اور کچھ نہیں آتا نظر مجھے"

جب ایک پل میں راکھ ہوا تیرا جسمِ پاک
لاکھوں تھے اشکبار کروڑوں تھے سینہ چاک
گردوں سے بھی بلند ترا اے ایک مُشتِ خاک
اے عزمِ تُند شعلہ و اے فکرِ تابناک

ایسے مری نظر میں ترا شوقِ دید تھا
گویا نظر نہیں تھی دلِ نا اُمید تھا

جب راکھ ہو کے تیرا بدن خاک میں مِلا

محسوس یوں ہوا کہ چمن خاک میں مِلا

رِفعت سے گِر کے تاجِ وطن خاک میں مِلا

سارا جمالِ گنگ و جمن خاک میں مِلا

اے خاکِ ہند آج بس اِتنا خیال کر

مُحسن کی راکھ ہے اِسے رکھنا سنبھال کر

دہلی بھی گو وہی ہے، وہی تین مورتی
ایوانِ عام بھی وہی، ایوانِ خاص بھی
اپنی جگہ ادارۂ کابینہ بھی وہی
سب کچھ وہی سہی، مگر اے رُوحِ زندگی

"تیرے بغیر رونقِ دیوار و در کہاں
شام و سحر کا نام ہے شام و سحر کہاں"

اِس پہ بھی تیری موت کا آتا نہیں یقیں
یہ ہے گماں کہ تُو ہے وطن میں یہیں کہیں
یا ہے کہیں مثالِ قرارِ دلِ حزیں
برسا رہا ہے یا کہیں تقریرِ آتشیں
یا ہے وطن کے حلِّ مسائل کی فکر میں
جیسے سفینہ راں کوئی ساحل کی فکر میں

کیسے سُنیں کہ آج جہاں میں نہیں ہے تُو
کیسے سُنیں کہ چھوڑ گئے گُل کو رنگ و بُو
حُبِّ وطن کو جس نے دیا جذبۂ نمُو
کیسے سُنیں کہ آج ہے ٹھنڈا وہی لہو
اِس بات کا یقین کریں بھی تو کِس طرح
ایسی خبر پہ کان دھریں بھی تو کِس طرح

تُو اِس وطن کا ناز بھی تھا اور نیاز بھی
تُو ایک راز دار ہمارا تھا راز بھی
بیمارِ حُبِّ قوم بھی تھا چارہ ساز بھی
فولاد بھی تھا، موم کی صورت گُداز بھی

کِشتِ وطن بھی حاصِل کِشتِ وطن بھی تھا
تو تھا چمن بھی اور نسیمِ چمن بھی تھا

دریا ہُوا جو رفعتِ کُہسار سے رواں
ہنگامہ زا کہیں، تو کہیں تھا وہ نغمہ خواں
دِکھلا گیا ہر ایک طرف فیض کا سماں
صحرا جہاں تھے کل، ہیں وہاں آج بستیاں
یوں رفع کر کے تَشنگیٔ خاک کا گِلہ
دریا بہ ذوق و شوق سمندر سے جا مِلا

انساں تھا اک محاسنِ یزداں لئے ہوئے

قطرہ تھا اپنے ظرف میں طوفاں لئے ہوئے

دل میں بشر کا دردِ فراواں لئے ہوئے

لا مذہبی میں دولتِ ایماں لئے ہوئے

ایماں کی روح یوں وہ زمانے میں بھر گیا

دردِ بشر سے دہر کو معمور کر گیا

اے تُو کہ تیری ذات سے قائم تھی شانِ قوم

ماتم سرا ہے آج لبِ نغمہ خوانِ قوم

تیرے طفیل اے نَفَسِ مُلک و جانِ قوم

رُتبے میں آسمان رہا آستانِ قوم

یوں تیرے دم قدم سے سرافراز ہو گئے

ہم لوگ شرق و غرب میں ممتاز ہو گئے

اپنا الم نہ کُفر نہ ایماں کے دل سے پُوچھ

ہندو کے دل سے اور نہ مسلماں کے دل سے پُوچھ

لنکا کے دل سے پُوچھ نہ ایراں کے دل سے پُوچھ

حالِ دلِ تباہ بس انساں کے دل سے پُوچھ

ہندو کی موت ہے نہ مُسلماں کی موت ہے

تیری جو موت ہے وہ اک انساں کی موت ہے

تیرے الم میں آج سیاست ہے نوحہ خواں

ماتم میں ہے خلوص، مروّت ہے نوحہ خواں

ہے مہر سینہ چاک، محبّت ہے نوحہ خواں

ہندوستاں کی کُہنہ شرافت ہے نوحہ خواں

معراجِ درد نیند اَبَدی سو رہی ہے آج

انسانیت کی رُوح لہُو رو رہی ہے آج

گُونجی تری نَوا جو بھری کائنات میں
اُتری چلی گئی وہ دلِ شش جہات میں
تُو نے وہی پیام دیا بات بات میں
پنہاں ہے جو دلِ حَرم و سومنات میں

تیرا پیام امن و اماں کا پیام تھا
دُنیا کے واسطے تُو رسُول السَّلام تھا

واشنگٹن میں وہ تری تقریرِ دل پذیر
تقریر تھی کوئی کہ پہاڑوں میں جوئے شیر
لندن بھی، ماسکو بھی، ترے نُطق کے اسیر
عَالَم ترے سخن کی تجلّی سے مستنیر
"آیا کہاں سے نالۂ نَے میں سرورِ مَے
اصل اِس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوبِ نَے"

تیرا ہی یہ کمال تھا تیرا ہی انتظام

گنگا کی موج ہے جو بسنتی سے ہم کلام

جمنا کو دا الگا کی طرف سے مِلا پیام

اے سرزمینِ ہند کے رُودِ سُبک خرام

ساز اپنے مختلف ہیں ترانہ تو ایک ہے

عنواں الگ الگ ہیں فسانہ تو ایک ہے

حق نے دیا تھا تجھ کو ادب میں بھی اک مقام
دُنیا کے اہلِ فن ترا کرتے تھے احترام
اِس بات میں نہیں ہے کسی کو ذرا کلام
"بیٹی کے نام خط" ہوں، کہ "عالم کے صبح و شام"
تیرا ہے بات کرنے کا انداز ہی کچھ اور
شورِ جہاں میں ہے تری آواز ہی کچھ اور

جو کچھ بھی لکھ گیا ہے ترا کلکِ خوش کلام

پیغامِ اتحاد ہے نوعِ بشر کے نام

تیرا اک ایک لفظ سیاست کے اے امام

ہے شاخِ گُل کہیں تو کہیں تیغِ بے نیام

جو درد آج ہے دلِ دُنیا لئے ہوئے

تیرا قلم ہے اُس کا مداوا لئے ہوئے

تُو تھا تو ہم تھے گردشِ دوراں سے بے نیاز

ہر ہر قدم پہ ہم تھے زمانے میں سرفراز

تجھ پر تھا آشکار ہر اک مسئلے کا راز

اور آج اِسی لئے تو ہر اک غم کے چارہ ساز

"جب کوئی ذکرِ گردشِ ایّام آگیا

بے اختیار لب پہ ترا نام آگیا"

لیکن یہ وہم کیا کہ جواہر[1] نہیں رہا
وہ بحرِ زندگی کا شناور نہیں رہا
وہ گلشنِ وفا کا گُلِ تر نہیں رہا
وہ شعلہ زاد مثلِ سمندر نہیں رہا

"کس نے کہا کہ داغِ وفادار مر گیا"
مجموعۂ خلوص جہاں سے گزر گیا

[1] صحیح لفظ جواہر ہے۔ بالکسرہ چہارم، لیکن وہ خود چونکہ جواہر لکھتے تھے بالفتح چہارم، اس لئے میں نے اسی طرح استعمال کیا ہے۔

جو عظمتِ عمل ہو وہ مرتا نہیں کبھی
وہ محفلِ جہاں سے گزرتا نہیں کبھی
انسان وہ کہ موت سے ڈرتا نہیں کبھی
اے دل! فنا کے گھاٹ اُترتا نہیں کبھی

ہر دَورِ لالہ زار میں ہے لالہ کار وہ
ناپائدار ہے یہ جہاں پائدار وہ

حق کی طرف سے جس کو مِلا ہو دلِ بصیر
جس کی نگاہ نُورِ عمل سے ہو مُستنیر
ہر ایک سانس جس کا ہو میدانِ دار و گیر
وہ شخص اک رِشی ہے وہ انساں ہے اک فقیر

وہ ایک مُشتِ خاک نہیں برقِ طُور ہے
وہ آدمی اجل کی رسائی سے دُور ہے

۲۶ - جولائی ۱۹۶۴ء

رہبرِ روشن دل و تابان جبیںؒ

رہبرِ روشن دل و تابان جبیںؒ

اے رفیقِ دیدہ ورا اے رہبرِ روشن ضمیر

کاروانِ جہدِ قومی کے امیر

آج ہے تیری ضیا سے ذہنِ انساں مستنیر

آسمانِ ہند کے مہرِ منیر!

جہدِ آزادی میں تُو نے خُونِ دل شامل کیا

خاک کے پیکر کو تُو نے دل کیا

منزلِ دُشوار تھی تُو نے جسے حاصل کیا

اور پھر طوفان کو ساحل کیا

نو برس پہلے کا ہم کو وہ زمانہ یاد ہے

ربطِ برق و آشیانہ یاد ہے

بغض کا نغمہ عداوت کا ترانہ یاد ہے

کتنا خونیں تھا فسانہ یاد ہے

یاد ہے ہم کو کہ ہم تھے اور طوفانِ بَلا
تھا مقدّر ایک سامانِ بَلا
دُور تک بھی تھا نگاہوں میں نہ پایانِ بَلا
اُف وہ چاروں سمت ہیجانِ بَلا

کھینچ لایا تو ہمیں طوفان سے ساحل کے پاس

ذوق و شوق و جذبہ ہائے دل کے پاس

آچکا ہے کاروانِ درد اب منزل کے پاس

اب ہماری سعی ہے حاصل کے پاس

تُو نے اس طُوفاں میں چھیڑے اپنے نغماتِ حسیں

کس قدر تیری نوا تھی دِلنشیں

آج نازاں ہے تری ہستی پہ مشرق کی زمیں

رہبرِ روشن دل و تاباں جبیں

ولولوں کی ایک دُنیا ہے تری آواز میں

جس کا زیر و بم نہیں ہے راز میں

ہائے کتنا درد پوشیدہ ہے تیرے ساز میں

تیرے شوقِ فکر کی پرواز میں

مست اک دُنیا ہے تیری مستیِ کردار سے

شکریں اُلفت بھری گُفتار سے

ذہن ہیں روشن تری فکرِ تجلّی بار سے

ضَو برستی سے ترے افکار سے

کاروانِ شوق کو تیری قیادت کی قسم!

کارواں آگے ہی بڑھتا جائے گا

کارواں کو ہے جو تجھ سے اُس محبّت کی قسم

کارواں یہ اب نہ تھکنے پائے گا

معدنِ مشرق کا تُو وہ گوہرِ رخشندہ ہے

ایک جلوہ خاوراںؔ زیبندہ ہے

جس کے دم سے عظمتِ ہندوستاں تابندہ ہے

زندہ ہے، تابندہ ہے، پائندہ ہے

زندہ و پائندہ باد اے رہبرِ روشن ضمیر!

روشن و تابندہ باد اے ہند کے مہرِ منیر!

اگست ۱۹۵۶ء

بیکراں

جگن ناتھ آزاد کا پہلا مجموعہ کلام

"جگن ناتھ آزاد کے مجموعہ کلام کے مطالعہ سے مجھ پر ایک عجیب کیفیت گزری۔ میں نے یہ جانا، یہ محسوس کیا کہ جیسے تاریخ کا چکر اُلٹا گھوم رہا ہے، جیسے دُنیا اربابِ سیاست کے ہاتھوں سے نکل کر اہلِ ادب کے قبضۂ قدرت میں آگئی ہے۔ جیسے انسان بہیمیت بھول گیا ہے، انسان بن گیا ہے!

جگن ناتھ آزاد کا کلام غزل، نظم، قطعہ، رباعی، ادبیت میں رچا ہوا ہے، اُس کی وہی ادبی روایات ہیں جو غالب، اقبال، حسرت موہانی، جوش، چکبست میں وجہ مشترک ہیں الگ الگ شخصیت اور طرزِ اظہار کے باوجود ——!

یہ ایک گداز طبیعت، درد مند دل، حسّاس شخصیت کا کلام ہے، ایک محبت کرنے والے عالی ظرف دوست کی گفتار، جو بہت سی باتیں چشمِ سخن گو اور جنبشِ ابرو سے کہہ جاتا ہے۔ وہ جسے بلاغت کہا جاتا ہے آزاد کے کلام میں اُس کا وفور ہے، یعنی دل و دماغ دونوں کا نور ہے، اس ہیجانی دور میں ادبی توازن کو برقرار رکھنا بڑی عظمت کی نشانی ہے، جگن ناتھ آزاد کے کلام میں تازگی بھی ہے اور پختگی بھی ——!"

تاثیر مرحوم

تیسرا ایڈیشن — قیمت چار روپے پچاس نئے پیسے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی ۶